WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

سُورۃ والعصر

نام : اس سورت کا نام العصر ہے جو پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ ایک رکوع اور تین آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے کلمات کی تعداد چودہ اور حروف کی تعداد اڑسٹھ ہے۔

زمانۂ نزول : جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کا اسلوب بیان اسی قول کی تائید کرتا ہے۔

شانِ نزول : حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا شانِ نزول یہ بتایا ہے کہ کلاہ بن اُسید جس کی کنیت ابوالاسدین تھی۔ عہد جاہلیت میں حضرت ابوبکرؓ سے اس کا بڑا یارانہ تھا۔ حضرت ابوبکر مشرف باسلام ہوئے تو یہ ناصح مشفق بن کر آپ کو سمجھانے آیا۔ کہنے لگا کہ اے ابوبکر! تمہاری قابلیت اور دانشمندی ہر شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ کاروبار میں بھی تمہارا کوئی ہمسر نہ تھا۔ اپنی تاجرانہ مہارت کے باعث تمہارا ہر سودا نفع بخش ہوا کرتا تھا۔ بایں فہم و دانش تم نے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ چھوڑ دیا۔ لات وہبل کی عبادت ترک کر دی اور ان کی شفاعت سے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔ تم سے ایسی نادانی کی توقع ہرگز نہ تھی۔ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے اس کو جواب دیا کہ جو شخص حق کو قبول کر لیتا ہے اور ثابت قدمی سے راہِ راست پر گامزن ہو جاتا ہے، وہ زیاں کار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی جس سے حضرت صدیقؓ کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ (تفسیر عزیزی)

مضامین : یہ تین آیات ہیں یا اسرار و معارف کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ہیں جن کا کنارا ناپید ہے اور ان کی گہرائی بے اندازہ ہے۔ عبارت کے ایجاز کو دیکھ کر فصحاء عرب تصویرِ حیرت بن گئے اور معانی کے شانِ اعجاز کو دیکھ کر عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عمرو بن عاص ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ ان کی ملاقات مسیلمہ کذاب سے ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں مسیلمہ نے پوچھا کہ بتاؤ اس عرصہ میں تمہارے صاحب پر کیا نازل ہوا ہے۔ عمرو نے کہا بڑی مختصر اور انتہائی بلیغ سورت نازل ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا کون سی؟ انہوں نے یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ چند لمحے اس نے توقف کیا۔ پھر کہا اسی قسم کی سورت مجھ پر بھی نازل ہوئی ہے اور یوں پڑھنے لگا:

"یا وَبَرُ یا وَبَرُ وانما انت اذنان وصدر وسائرک حفرٌ نقر۔"

پھر داد طلب نگاہوں سے عمرو بن عاص کی طرف دیکھنے لگا اور پوچھا بتاؤ کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے مسیلمہ تجھے خوب علم ہے کہ میں تجھے پرلے درجے کا جھوٹا جانتا ہوں۔ وَبَر بلی کا ہمشکل ایک جانور ہے جس کے دونوں کان اور

سینہ بہت بڑے ہوتے ہیں اور اس کا بقیہ جسم بڑا بدصورت ہوتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے چاہا قرآن کریم کی اس نورانی سورت کا ایسے خرافات سے مقابلہ کرے۔ بھلا قرآن کی آیات کے مقابلہ میں اس ہذیان سرائی کی کیا وقعت ہو سکتی تھی۔ اہل ایمان تو کجا ایک ایسا شخص جو ابھی کفر و شرک کی آلائشوں سے آلودہ ہے اس کا ذوقِ سلیم بھی اس مجموعہ خرافات کو مسترد کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام کو اس سورت کی معنویت اور عظمت کا پورا پورا احساس تھا! چنانچہ طبرانی نے عبید اللہ بن حفص سے روایت کیا ہے کہ جب کبھی دو صحابی ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو رخصت ہونے سے پہلے ایک صاحب یہ سورت پڑھ کر سناتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل بجا کہا ہے:

لو تدبر الناس ھٰذہ السورۃ لو سعتھم : یعنی اگر لوگ اس ایک سورت میں ہی غور و تدبر کریں تو ان کی فلاح دارین کے لیے یہ ایک سورت ہی کافی ہے۔

سُوۡرَةُ الۡعَصۡرِ مَكِّيَّةٌ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ العصر مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ — اس میں تین آیات ہیں

وَالۡعَصۡرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِيۡ خُسۡرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

قسم ہے زمانہ کی [1] یقیناً ہر انسان خسارہ میں ہے [2] بجز ان (خوش نصیبوں) کے جو ایمان لے آئے اور نیک

[1] اس سورت کا آغاز العصر کی قسم کھا کر کیا جا رہا ہے۔ عصر کا معنی زمانہ بھی ہے اور عصر دن کے اس حصے کو بھی کہتے ہیں جس میں ظہر اور مغرب کی نمازوں کے درمیان نماز ادا کی جاتی ہے۔ اس سورت میں جو حقیقت بیان کی جا رہی ہے اس کی صداقت پر سب سے بڑا گواہ خود زمانہ ہے۔

آپ انسانی تاریخ کے کسی دور کا مطالعہ کریں، آپ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جو اس مختصر سورت میں بیان کیا گیا ہے۔ جو افراد اور قومیں ان مذکورہ چار صفات سے متصف نہیں ہوتیں وہ خائب و خاسر ہی رہتی ہیں۔ نمرود اور فرعون کو دیکھو، قوم نوح اور قوم ثمود کے حالات کا مطالعہ کرو، ہر جگہ اس حقیقت کی سچائی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ نمرود اپنے وقت کا بہت بڑا بادشاہ تھا، ساری رعایا اس کی فرمانبردار تھی، ملک کی ساری دولت اس کے قبضہ میں تھی۔ اس کے شاہی خزانے سونے چاندی اور دیگر نوادرات سے بھرے ہوئے تھے۔ فوج بھی اپنے بادشاہ کے ساتھ وفا کے جذبے سے سرشار تھی۔ یہی حال فرعون کا تھا۔ ان دونوں میں اگر کسی چیز کی کمی تھی تو صرف یہ کہ وہ دونوں ان صفات جلیلہ سے محروم تھے جو انسانی فوز و فلاح کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا۔ ایک مطلق العنان بادشاہ فرمانروا کو ایک حقیر مچھر نے ہلاک کر دیا۔ دوسرے کو سمندر کی موجیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئیں۔ ان کے حسرتناک انجام پر ایک آنکھ بھی نمناک نہ ہوئی۔ ایک دل بھی سوگوار نہ ہوا۔ وما بكت عليهم السموٰت والارض۔ ان بدبختوں کی تباہی و بربادی پر چشم فلک سے کوئی آنسو ٹپکا اور نہ ہی زمین کی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ خس کم جہاں پاک۔ قوم نوح کو جب طوفان کی بپھری ہوئی موجوں نے گھیر لیا اور وہ سب کے سب غرق ہو گئے تو ان ظالموں کی بربادی پر کائنات نے حمد باری تعالیٰ کے گیت گائے۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ والعصر سے مراد وہ عہد ہمایوں ہے جب یہ جہاں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے منور ہوا۔ ویسے تو ہر زمانہ اس سورت میں بیان کردہ مضامین کی حقانیت کا گواہ ہے، لیکن جیسی اٹل، ناقابل تردید شہادت عہد مصطفوی نے دی ہے اس کی کہیں نظیر نہیں مل سکتی۔ جن لوگوں نے دعوت محمدی کو قبول نہ کیا وہ اپنی امارتوں، ریاستوں اور گوناگوں دیگر خصوصیتوں کے باوجود گئے، نیست و نابود ہو گئے۔ انسانیت نے ان کو فراموش کر دیا اور جن کی کچھ یاد باقی ہے ان کا نام گالی کے طور پر ہی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جن خوش نصیبوں نے اس ہادی برحق کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس کی غلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے باعث ان چار خوبیوں سے اپنی زندگی کا دامن بھر لیا وہ انسانیت کی آبرو بن گئے، چشم گیتی کا نور، گلشن ہستی کی بہار اور فخر روزگار بن گئے۔ ان کا نام زبان پر آتا ہے تو پاکبازی اور نفع رسانی کی دنیا میں نور پھیل جاتا ہے۔ ان کے ذکر سے طاغوتی طاقتوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار قدسیوں کا یہ گروہ اور ان کے نقش پا کو خضر راہ

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ع ۲ ۲۸

عمل کرتے رہے ۳ نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے ۴

بنانے والے کاروانِ انسانیت کی قیادت کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی للّٰہیت اور خلوصِ عمل سے انسان کے سرِ افتخار کو بلند کر دیا ہے۔

اس لیے اگر والعصر سے عہدِ رسالت مراد لیا جائے تو نہایت موزوں ہو گا۔

۲۔ زندگی کے اس کاروبار میں ہمارا سرمایہ وقت ہے اور اس سے بیش قیمت اور عزیز القدر کوئی دوسرا سرمایہ نہیں۔ جو لوگ اس کو بے مقصد ضائع کرتے ہیں، عیش و عشرت میں برباد کرتے ہیں، باقیاتِ صالحات کے بجائے زوال پذیر اور فانی چیزوں کے حصول میں صرف کرتے ہیں، وہ کاروبارِ زیست سے نفع کیا خاک حاصل کریں گے۔ انہوں نے تو اپنی پونجی ہی ڈبو دی ہے۔ اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ نفع کے بجائے نقصان اٹھایا اور نقد وقت بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ کاروبارِ زیست کو از سرِ نو شروع کرنے کا امکان بھی ختم ہو گیا۔ آپ نے کبھی اس مسافر کی حالتِ زار دیکھی ہے جو منزل کی طرف پیٹھ کر کے بھاگ رہا ہو، سورج ڈوبنے والا ہو، رات کی تاریکی چاروں سو پھیل رہی ہو۔

۳۔ البتہ نوعِ انسانی کے وہ خوش قسمت افراد جن میں مندرجہ ذیل خوبیاں پائی جاتی ہیں، حقیقی فلاح کا تاج انہی کے سر پہ سجایا جاتا ہے۔

پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ وہ صدقِ دل سے اپنے ربِ کریم پر ایمان لے آئیں۔ نیز ان کے پروردگار نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جس نبی کو مبعوث فرمایا ہے اس کی تصدیق کریں اور اس نبی نے ان کے سامنے جو نظامِ حیات پیش کیا ہے اس کو تہِ دل سے قبول کریں۔

دوسری صفت یہ ہے کہ اپنی زبان سے جس قلبی ایقان کا انہوں نے اظہار کیا ہے، میدانِ عمل میں اٹھنے والا ان کا ہر قدم اس کی تصدیق کرے۔

۴۔ جہاں تک ان کی انفرادی کامیابی کا تعلق ہے وہ تو ان دو صفتوں کے پائے جانے سے حاصل ہو گئی۔ لیکن ایسے چراغ کون کہے گا جو اپنے ماحول کی تاریکیوں کو شکست نہ دے سکے، وہ دریا ہی کیا ہوا جو صحراؤں اور چٹیل میدانوں کو سیراب کر کے رشکِ فردوس نہ بنا دے۔ اس لیے فرمایا تیسری خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے حلقۂ اثر میں حق کی پذیرائی اور اس کی بالادستی قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرتا ہے اور یہ کوشش اس وقت تک بارآور نہیں ہو سکتی جب تک یہ خود اور اس کی محنت سے حق کو قبول کرنے والے اس راہ کی صعوبتوں کو جوانمردی سے برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا نہ کریں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ ایک دوسرے کو صبر و استقامت کا درس دیتے رہیں۔ مصائب و آلام میں خود استقامت کا مظاہرہ کر کے دوسروں کے لیے دلکش نمونہ پیش کرتے رہیں۔ یہ صبر کامیابی کی اہم اور چوتھی شرط ہے۔ اس سے مراد فقط یہ نہیں کہ آپ کو کوئی تکلیف آئے اور آپ گھبرائیں نہیں، بلکہ اس کے علاوہ نیکیاں کرنے پر صبر، گناہوں سے اجتناب پر صبر، احکامِ شرعیہ کی پابندی پر صبر، ماحول کے دباؤ کے مقابلہ میں صبر۔ جب ایک ایسی امت وجود میں آ جائے گی جو ان صفات سے متصف ہو گی تو ہر حق کا

پرچم ہمیشہ سربلند رہے گا۔ کوئی طوفان اس کو سرنگوں نہ کر سکے گا۔ کوئی آندھی اس کی روشن کی ہوئی شمع کو بجھا نہ سکے گی۔ آپ ان خوش نصیب انسانوں کی سعادت مندی کا اندازہ لگائیں جن کی عرق ریزیوں، جگر کاویوں اور شب بیداریوں کے باعث حق کو قوت و غلبہ نصیب ہوا اور جن کی سرفروشی اور جذبۂ ایثار و خلوص نے ایسی شمعیں روشن کر دی ہیں جن سے وہ راستہ جگمگا رہا ہے جو انسان کو اپنی حقیقی اور بلند منزل کی طرف لے جانے والا ہے۔

یہاں تواصوا کا استعمال اور اس کا تکرار بڑا غور طلب ہے۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں اوصی الرجل ووصاہ: عہد الیہ (لسان العرب) یعنی کسی شخص کا کسی دوسرے کو کسی کام کی تاکید کرنا۔ علامہ راغب اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں الوصیۃ: التقدم الی الغیر بما یعمل بہ مقترنا بوعظ من قولھم ارض واصیۃ متصلۃ النبات (المفردات) کسی کو پند و موعظت سے کوئی کام کرنے پر ابھارنا اور انگیختہ کرنا۔ اس کے علاوہ اس میں تسلسل کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ وہ زمین جس میں مسلسل کاشت ہوتی رہے اور فصلیں اگتی رہیں اسے ارض واصیۃ کہتے ہیں۔ جوہری نے صحاح میں اور زبیدی نے تاج العروس میں اس کی یہی تشریح کی ہے۔

اس تحقیق کی روشنی میں آیت کے اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ حق کو قبول کرنے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرتے وقت صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین و تاکید کی جا رہی ہے۔ ان کے آباء و اجداد نے ان کو ان امور کے بارے میں جو وصیت کی ہے وہ اپنی آنے والی نسلوں کو اس کی وصیت کرتے رہیں۔

کیونکہ حق کو قبول کرنا اور اس راہ میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا دونوں باتیں نہایت اہم ہیں اس لیے تواصوا کو مکرر ذکر کیا تاکہ قاری ان کی مستقل اہمیت کو پیش نظر رکھے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔